خطۂ پیر پنچال میں اُردو ادب
(فاصلاتی تعلیم کے تحت)

ڈاکٹر آصف ملک علیمی

تعلیم کی اہمیت کا کم یا زیادہ احساس ہر انسان کو ہے خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انسانی افراد تعلیم و تعلم یا درس و تدریس کے حوالے سے مختلف خانوں (درجات) میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ اول وہ انسانی طبقہ جو اعلا تعلیم یافتہ یا وافر اہلِ ثروت یا صاحبِ اقتدار ہے۔ دوم وہ طبقہ جو درمیانی تعلیم یافتہ ہے، سوم انسانوں کا وہ درجہ جو، جونیر ہائی اسکول یا ہائی اسکول تک کی تعلیم حاصل کر سکا ہے چہارم وہ انسانی قبیلہ جو بالکل ناخواندہ (انگھوٹھا چھاپ) ہے۔ مذکورہ ہر انسانی قبیلے کا معیارِ تعلیم بھی جدگانہ ہے، ذریعہ تعلیم بھی مختلف ہے، اور خواب و منزل بھی گونا گوں ہیں۔ ان میں سے اول طبقہ اپنی اولاد کو بیرونِ ملک یا ملک یا شہر کے سب سے اعلا قسم کے معیاری ادارے میں تعلیم دلاتا ہے ساتھ ہی ادارے کی درس و تدریس کے علاوہ ٹیوشن کی الگ سہولت، پھر گھر کا ماحول علمی اور ہر لمحہ خانگی مصروفیات سے فارغ ہونے کے سبب تعلیمی معیار کے اعلا سے اعلا ہونے کا امکان ان کے حق میں رہتا ہے طبقۂ دوم اسی درجے کے قریب قریب تعلیم کے حصول کے لیے کوشش تو کرتا ہے لیکن بسا اوقات خانگی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتا ہے۔ سوم طبقے کے والدین یا تو محنت کش مزدور ہوتے ہیں یا فورتھ کلاس ملازم یا کم تعلیم کے سبب کسی چھوٹے درجے کے ملازم ہیں لیکن اپنی تعلیم کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ان طلبا کو درمیانی درجے کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے یا ان کی تعلیم رک جاتی ہے۔ یہ وہ طلبا ہیں جو اپنی تعلیم کے حصول میں محنت کرتے ہیں اور اول یا دوم طبقے کے لوگوں کے بچوں کو ٹیوشن بڑھا کر اپنی تعلیم جاری رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چہارم درجے کا قبیلہ کلی طور پر پچھڑا ہوا ہوتا ہے قریب قریب سارے اسباب کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کے مسائل زیادہ ہوتے ہیں اور وسائل صفر۔ یہ طلبا اپنے والدین کی ناخواندگی او عدم روزگار کے سبب مفلوک الحال ہوتے ہیں یہ طلبا محنت و مزدوری کر کے خانگی اخراجات کی فراہمی کی جدو جہد بھی کرتے ہیں اور تعلیم و تعلم کی سختیاں بھی برداشت کرتے ہیں کیوں انہیں تعلیم کے حصول کا شوق ستاتا ہے۔ ان کی بے بسی اور مجبوری یہ ہوتی ہے کہ وہ

ریگولر اسکول کالج یا جامعات میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ایسے طلبا، طالبات یا انسانی قبیلہ کے لیے تعلیم کے حصول کا سب سے بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ وہ ہر طرف تجسس و تلاش کی نگاہوں سے جھانکتے ہیں دیکھتے ہیں کہ ہونا ہو کوئی ایسا ذریعہ نکل آئے جس سے ہم اپنی خواہشات اور علمی پیاس کی آسودگی کا سامان مہیا کر سکیں۔ عمومی طور پر مذکورہ دوم، سوم درجے کے طلبا اور خصوصی طور پر چہارم قبیلے کے طلبا کے لیے فاصلاتی اور مواسلاتی ذریعہ تعلیم کسی بڑی نعمت سے کم نہیں۔ کیوں کہ اہل ثروت کے لیے تو تعلیم حاصل کرنا زیادہ دشوار نہیں لیکن وہ تعلیم کے خواہش مند افراد جو مختلف قسم کے مسائل، مصروفیات اور مصائب کے اسیر ہیں ان کے لیے تعلیم یا اعلا تعلیم کا حصول دشوار ہی نہیں بل کہ بسا اوقات ناممکن سا بن جاتا ہے۔

رہا خطۂ پیر پنچال کا معاملہ تو مذکورہ مسائل اور مصائب اس خطہ میں کچھ زیادہ ہی ہیں ایک تو سنگ لاخ علاقے، تجارت وغیرہ کی کوئی بڑی صورت نہیں، قریب قریب ہر علاقے کے آخر میں باڈر، ہند و پاک کی سرحدیں، کہیں سیاحوں کی آوا جاہی نہیں۔ سرکاری روزگار کا فقدان اپنی جگہ حقیقت پر مبنی ہے۔ انسانی افراد کی زیادہ تر برادری مویشی کی خدمات انجام دے کر رزق کے اسباب تلاش کرتی ہے۔ ایسے خطے میں فاصلاتی تعلیم کی اہمیت کچھ افزوں ہو جاتی ہے۔ خطۂ پیر پنچال کے علاقہ جات میں ہندی زبان بھی پڑھی یا پڑھائی نہیں جاتی بل کہ یہاں کے لوگوں اور طلبا کا رجحان اُردو زبان کی طرف زیادہ ہے۔ اس وجہ سے خطۂ پیر پنچال کے طلبا کی کثیر تعداد اُردو زبان و ادب کو اپنا خصوصی مضمون کے طور پر منتخب کرتی ہے۔ مذکورہ انسانی افراد کے درجات کے بیشتر طلبا اور طالبات ایسے ہیں جنھوں نے فاصلاتی ذریعہ تعلیم سے اُردو میں ایم۔اے۔ اور بعد میں بی۔ایڈ یا ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں جو آج برسرِ روزگار ہیں اور بعض اُردو طلبا اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ ان کی کامیابی فاصلاتی تعلیم ہی کے سبب ممکن ہو سکی ہے۔ بعض طلبا تو کالجوں اور جامعات میں ریگولر داخلہ لینے کے بجائے اپنی تعلیم کی تکمیل کے لیے پرائیویٹ طور پر فارم بھرتے ہیں لیکن ان کی تعلیم میں ایک خامی ضرور رہ جاتی ہے کہ ان کے سوالات و جوابات کے تحریر کرنے یا کسی موضوع پر قلم اٹھاتے وقت ان کی تحریر میں منطقی تنظیم کا فقدان ہوتا ہے۔ یہ طلبا ادبی، علمی تحریر میں عدم منطقی ترتیب اور جدید تحریر کے رموز سے ناواقفیت کے سبب ایک تو اپنے خیالات، تصورات اور نظریات کا اظہار نہیں کر پاتے اور دوسرا بہت ہی محنت کے باوجود ان کی اڑان R.E.T ٹیچر یا کسی نہ کسی سبب جنرل لائن ٹیچر تک محدود رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر فاصلاتی اور مواسلاتی ذریعۂ تعلیم کو دیکھا جائے تو اس میں امکان اور توقعات زیادہ نظر آتی ہیں۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ ایک تو چند برسوں سے نظامت فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ جو درسی مواد ان کے لیے تیار کیا جاتا ہے وہ اعلا تعلیم یافتہ اور کالج یا جامعات کے باصلاحیت اساتذہ کی گراں قدر خدمات کے وسیلے تیار کروایا جاتا ہے۔ جس کے سبب نصابی کتب تحقیق و تنقید اور منتخبہ موضوعات پر

مستند اور معتبر مواد سے مملو ہوتی ہیں، ایسا مواد کسی ایک کتاب میں انہیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک یا چند کتابیں بھی ان موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ کیوں کہ فاصلاتی کتب میں سے ہر کتاب کے درس کا پیرایۂ اظہار عام کتب یا ادبی، تحقیقی اور تنقیدی کتاب کے پیچیدہ اسلوب سے ہٹ کر ایک استاد کے درسی لکچر کی طرح ہوتا ہے۔ اس اسلوب سے طلبا کے ذہن میں کئی طرح کی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اول تو وہ درسی کتاب استاد کی کمی محسوس ہونے نہیں دیتی دوم طلبا اور طالبات کو کسی سوال کے جواب تحریر کرنے کا انداز مل جاتا ہے سوم جب کوئی طالب علم تحقیقی نوعیت کا مضمون لکھنا چاہتا ہے تو اس کی تحریر میں منطقی ربط پیدا ہو جاتا ہے چہارم وہ کسی بھی اُردو ادبی موضوع پر تحریر پیش کرنے میں پُر اعتماد ہو جاتا ہے۔
ہمارے مُلک میں اس وقت کئی ادارے فاصلاتی تعلیم کے مہیا کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں اول درجہ کی جامعہ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدر آباد ہے۔ جس کا ذریعۂ تعلیم اُردو ہے اس جامعہ کے زیر انتظام تیار کی گئی ہر کتاب تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کا مواد فراہم کرتی ہے۔ ملکی سطح پر دوسرے درجے کی جامعہ ''اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونی ورسٹی'' ہے اس میں ذریعہ تعلیم اُردو تو نہیں ہے لیکن اُردو مضمون کی کتابیں بھی تیار کی گئی ہیں۔ اسی طرح ہماری ریاست جموں و کشمیر کی دو جامعات، ''جموں یونی ورسٹی جموں'' اور ''کشمیر یونی ورسٹی حضرت بل سری نگر'' میں نظامت فاصلاتی تعلیم کا شعبہ موجود ہے، اول الذکر دونوں جامعات کے فاصلاتی مراکز ہندوستان کے قریب قریب ہر شہر میں موجود ہیں جہاں ملکی، ریاستی اور ضلعی سطح پر طلبا ان سے مستفید ہوتے رہتے ہیں اور ریاستی جامعات کے طلبا ریاستی سطح پر فاصلاتی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔
ان چاروں جامعات کی اگر موادی کتب پر نظر ڈالی جائے تو پورے ہندوستان میں اول درجے کی معلوماتی اور تحقیقی کتابیں مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدر آباد کی ہیں اور دوم درجے کی معلوماتی اور معتبر مواد پر مشتمل اُردو کتابیں، نظامت فاصلاتی تعلیم کشمیر یونی ورسٹی حضرت بل سری نگر کی ہیں۔ یہ ایسی اُردو کی کتابیں ہیں جن میں مطلوبہ جماعت اور سمسٹر کے موضوعات کے مطابق بیسوں کتابوں کا نچوڑ تحقیقی، تنقیدی اور معیاری صورت میں دستیاب ہے۔ ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دیگر جامعات کے پرائیویٹ طلبا ہی نہیں بل کہ ریگولر طلبا بھی ان کتابوں کے مطالعہ سے مقابلہ جاتی امتحان اور اپنے درسیاتی امتحان کو اعزازی نمبرات سے پاس کرتے ہیں۔ ہاں اگر یہاں تک کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ بعض جامعات اور کالجوں کے بعض اساتذہ بھی ان اُردو کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔ وہ طلبا اور طالبات جو مالی اعتبار سے کمزور ہیں اور اپنے موضوعات کی مناسبت سے زیادہ کتابیں خرید نہیں سکتے وہ بھی ان اُردو کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی علمی پیاس کی آسودگی مہیا کرتے ہیں۔
رہے وہ طلبا اور طالبات تمہیدی بحث میں جن کا ذکر سوم اور چہارم درجے میں ہوا ہے یا وہ افراد جو

کسی چھوٹی ملازمت کے سبب اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ چکے تھے،ان کے پاس اگر فاصلاتی تعلیم کا ذریعہ نہ ہوتا تو وہ کبھی تعلیم یافتہ یا اعلا تعلیم یافتہ نہ ہو سکتے تھے اور نہ ہی وہ کبھی ملازمت کی نعمت کے حصول کے بعد اپنے معاشی مسائل کا سدِ باب کر سکتے تھے۔خطۂ پیر پنچال میں ایسے طلبا اور طالبات کی کثیر تعداد موجود ہے جس نے اُردو زبان وادب میں فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ اعلا تعلیم حاصل کی ہے۔طلبا کے خانگی مسائل اپنی جگہ مسلّم ہیں لیکن طالبات کے مسائل اور خواہشاتِ خواندگی اپنی جگہ حقیقت پر مبنی ہیں کہ خاندانی رجعت پسندی،خستہ دیہات کے ماحول کی تنگ نظری اور والدین کی بے بسی اور مجبوری کی ایسی تاریک اور سرد فضا چھائی رہتی ہے کہ جہاں طالبات کی خواندگی کی خواہش سرد ہو کر رہ جاتی ہے۔اگر ان کے پاس فاصلاتی تعلیم کے ذرائع نہ ہوتے تو ہزاروں طلبا اور طالبات ناخواندہ اور غیر تربیت یافتہ ہی رہ جاتے۔ ہمارے بزرگ دانشور عالموں، فاضلوں کی یہ دوراندیشی اور علم دوستی ہے کہ جنہوں نے فاصلاتی تعلیم کا در کھول کر ایسے مجبور، مفلس، بے سہارا اور عدیم الفرصت طلبا اور طالبات کے لیے روشنی کا منار تعمیر کیا جس کے علمی نور سے وہ اپنے دیہاتوں، علاقوں، سنگلاخ زمینوں اور برف پوش پہاڑوں کے دامن میں اجالا کر سکے ہیں۔اسی خطۂ پیر پنچال کے چند تعلیم یافتہ طلبا،اساتذہ اور کامیاب افراد کے تاثرات درج کرتا ہوں،جنہوں نے فاصلاتی تعلیم کے ذریعے اُردو زبان وادب میں اعلا ڈگریاں حاصل کی ہیں اور فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ اپنی کامیابی کی راہیں تلاش کی ہیں۔

''میں ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہوں،جغرافیائی لحاظ سے میں ریاست جموں وکشمیر کے ضلع پونچھ تحصیل مہنڈر، ہندو پاک کے باڈر کا باشندہ ہوں،خانگی مسائل کے سبب میری تعلیم منقطع ہوگئی تھی۔پھر میں نے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدر آباد سے فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ ایم۔اے۔اُردو کرنے کے بعد بی۔ایڈ کیا،اللہ کے فضل سے آج میں گورنمنٹ ٹیچر ہوں۔اگر مجھے فاصلاتی تعلیم کی سہولت نہ ہوتی تو میں نہ اعلا تعلیم حاصل کر پاتا اور نہ ہی روزگار کی نعمت سے بہرامند ہو پاتا''۔

(عبدالرٔوف خان،مہنڈر پونچھ،جموں وکشمیر)

''میں ضلع پونچھ کے ایک آخری گاؤں میراں صاحب اسلام آباد کا رہنے والا ہوں، جہاں ایک پہاڑی پر ہندوستان ہے اور سامنے والی پہاڑی پر پاکستان (آزاد کشمیر) کی آبادی ہے۔ یہاں پر روز آر پار کی توپوں اور

گولیوں کا تبادلہ ہوتا ہے، اس ماحول اور فضا میں پڑھنا لکھنا کیا بلکہ کبھی کبھی دن میں اور خصوصی طور پر شام کے بعد گھر سے باہر نکلنا بھی جوے شیر سے کم نہیں، ایسے پسماندہ علاقے میں گھریلوں اور ملکی مسائل اور مصائب کی وجہ سے کالج یا یونی ورسٹی کی آمد ورفت مخدوش ہو چکی تھی، آخر روشنی کی ایک کرن فاصلاتی تعلیم مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدرآباد کا اسٹڈی سنٹر پونچھ کے روپ میں نظر آئی، جہاں سے میں نے ایم۔اے اُردو کی ڈگری حاصل کی۔اس کے بعد میں فوج میں ڈائرکٹ J.C.O تعنیات ہو گیا۔آج جہاں میں ایک طرف تعلیم یافتہ ہوں وہیں دوسری طرف خاطر خواہ روزگار کی بازیابی کے سبب، میں اور میرا خاندان خوش اور مطمئن ہیں۔

(طائر حفیظ راٹھورا اسلام آباد پانچھ)

''میں اسلامیات کا ریگولر طالب علم رہا ہوں (آج میں عالم فاضل ہوں) لیکن میری خواہش تھی کہ میں عصری تعلیم کے زیور سے بھی خود کو آراستہ کروں، مسئلہ یہ تھا کہ عصری تعلیم کے حصول کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا، آخر کار میرے ایک دوست نے مجھے اپنے ساتھ جوڑ لیا اور مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدرآباد کے فاصلاتی تعلیم کے پروگرام کے تحت اپنے ساتھ بی۔اے میں داخلہ کروا دیا میں نے عزازی فیصد کے ساتھ بی۔اے کی ڈگری کے بعد ایم۔اے اُردو فاصلاتی موڈ مولانا آزاد سے ڈگری حاصل کی۔آج جب کونٹرچکل لکچر کے لیے اسامیاں نکلتی ہیں تو جب میں اپنا فارم لگاتا ہوں تو اعزازی فیصد کی وجہ سے میرا میرٹ ہائی رہتا ہے جس کے سبب مجھے 2+10 میں درس وتدریس کا موقعہ مل جاتا ہے''۔

(سید ریاض حسین شاہ بخاری، درہال ملکاں، راجوری)

''ضلع راجوری کے ایک پسماندہ علاقے درہال ملکاں کی میں رہنے والی

ہوں۔ میری شادی بارھویں جماعت کے زیرِ تعلیم ہونے کے دوران ہی ہو چکی تھی، کسی طرح اپنے سماج کی بندشوں کے باوجود میں نے ڈگری کالج راجوری سے بی۔اے بھی کر لی لیکن اب مسئلہ آن کھڑا ہوا اعلا تعلیم کا ،تو مجھے فاصلاتی تعلیم جموں یونی ورسٹی کی ایک راہ نظر آئی، میں نے فاصلاتی تعلیم کے تحت اُردو ایم۔اے میں داخلہ لے لیا۔ آج میں ایم۔اے اُردو کے بعد بی،ایڈ ہوں اور آنگن واڑی محکمہ میں ملازمہ ہوں''۔

(سلیم اختر،تھنہ منگ در ہال ملکاں راجوری)

''میں ضلع راجوری کے ایک نامور وکیل کی بیٹی ہوں۔ ۲۰۰۷ء میں میرے والد گاڑی حادثہ میں انتقال کر گئے ،تو میری تعلیم کے لیے مسئلے کھڑے ہو گے، میں نے بی۔اے ڈگری کالج راجوری سے کی پھر اعلا تعلیم کے لیے ریگولر داخلہ میرے لیے ممکن نہ تھا۔ آخر کار فاصلاتی تعلیم جموں یونی ورسٹی جموں سے ایم۔اے اُردو کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد۔ بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی ہے''۔

(شنیز اختر،راجوری جموں وکشمیر)

''راقم التحریر نے دسویں اور بارھویں جماعتیں جموں وکشمیر اسکول بورڈ سے پاس کیں۔ میں اسلامیات کا طالب علم تھا۔ ریگولر میں نے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی یوپی میں اسلامیات میں داخلہ لے رکھا تھا لیکن صغرسنی سے ہی میرا خواب تھا کہ میں عصری تعلیم بھی حاصل کر کے ڈاکٹریٹ کروں،اسلامیات میں ریگولر داخلے کے سبب میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں ریگولر عصری تعلیم حاصل کرسکوں، بالآخر میں نے فاصلاتی تعلیم مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدر آباد سے،بی۔اے کی ڈگری سماجیات،سیاسیات،سائنس اینڈ ٹکنالوجی،انگریزی اور اُردو زبان وادب

مضامین کے تحت ۲۰۰۶ء میں کی۔ایم۔اے اُردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ۲۰۱۰ء میں بعدازاں شعبۂ اُردو جموں یونی ورسٹی جموں سے ریگولر ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگریاں بالترتیب ۲۰۱۲ء۔۲۰۱۵ء میں حاصل کیں۔ ۲۰۱۶ء کو جموں وکشمیر پی۔ایس۔سی کے تحت مقابلہ جاتی امتحان میں ۶۰ نمبرات سے ۵۹ نمبرات حاصل کر کے، انٹرویو میں شریک ہوا، آخر انٹرویو اوپن میں سیکنڈ ٹاپر ۷۵۔۸۸ فیصد نمبرات لے کر اُردو لکچرر بن گیا۔راقم نے دیگر کتابوں کے علاوہ مولانا آزاد کی فاصلاتی تعلیم کے تحت بی۔اے۔اور ایم۔اے اُردو زبان وادب کے کورس کے لیے تیار کردہ کتب کا باریکی بینی سے مطالعہ کیا۔میں نے ان کتب کے اسلوب اوران کی تحقیقی وتنقیدی مواد پر گہری نظر رکھی، جس کے سبب راقم کا تحریری عنصر بیدار ہوا۔آج الحمد اللہ میں تین معیاری کتابوں ''عاصی شخص اور شاعر'' ''غالب لسانیاتی وضع متن ومعنی اور شعری نظام'' اور ''اقبال کی شعری لسانیات'' کا مصنف ہوں، علاوہ ازیں کئی تحقیقی وتنقیدی مضامین و مقالات ریاستی وملکی سطح کے رسائل میں شائع ہو چکے ہیں''۔

(ڈاکٹر مفتی محمد آصف ملک علیمیؔ اُردو لکچرر، درہال ملکاں، راجوری جموں وکشمیر)

''میں راجوری کی تحصیل کالاکوٹ کے ایک پسماندہ گاوں ''بروٹھ'' کا باشندہ ہوں، قریب قریب نو سال کسی کے گھر پر ملازم رہ کر مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی کے اسٹڈی سنٹر چھنی جموں سے فاصلاتی ذریعۂ تعلیم کے تحت بی۔اے کے بعد ایم۔اے کی اُردو ڈگری حاصل کی، اگر مجھے فاصلاتی تعلیم کا ذریعہ نہ ہوتا تو میں کسی بھی صورت میں تعلیم یافتہ نہ ہو پاتا، فاصلاتی تعلیم میرے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں''

(محمد رفیق کالاکوٹ راجوری جموں وکشمیر)

ان کے علاوہ بہت سارے طلبا وطالبات ایسے ہیں جنہوں نے فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ اُردو زبان وادب میں ڈگریاں

حاصل کی ہیں۔مضمون کی تنگ دامانی کے سبب میں سب کا یہاں ذکر نہیں کرسکتا ہاں بعض ایسے طلبا اور طالبات ہیں جو پسماندہ علاقہ جات سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اسماء یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔محمد احمد، ایم۔اے اُردو (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) مہنڈر پونچھ، روبینہ کوثر ایم۔اے اُردو (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) مینڈر پونچھ،رخسانہ کوثر بی۔اے اُردو (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) مینڈر پونچھ،رحیلہ فردوس بی۔اے (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) مینڈر پونچھ، میناز احمد ایم۔اے اُردو (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) مینڈر پونچھ۔مولانا بشارت حسین علیمی ایم۔اے اُرد (مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی) نابنا پونچھ۔

خطۂ پیر پنچال کے بہت سارے اُردو طلبا اور طالبات جو فاصلاتی ذریعۂ تعلیم سے مستفیض ہوئے ہیں وہ یا تو مولانا آزاد نیشنل اُردو یونی ورسٹی حیدر آباد سے تعلق رکھتے ہیں یا جموں یونی ورسٹی سے، کشمیر یونی ورسٹی کے فاصلاتی تعلیم سے اِکا دُکا ہی طالب علم منسلک رہے ہوں گے۔اس کا ایک سبب یہ ہوسکتا ہے کہ خطۂ پیر پنچال کا تعلق مغل شاہ راہ کے بننے سے قبل راست طور پر جموں سے رہا ہے۔اگر خطہ کے کسی باشندے کو کشمیر جانا ہوتا تھا تو وہ جموں سے ہوکر ادھمپور کے راستے سری نگر پہنچتا تھا،ایک طرف کے سفر کے دوران مسافر کو دو دن درکار تھے، بہ نسبت اس کے راجوری پونچھ کے طالب علم کو جموں یونی ورسٹی قریب واقع تھی اور مولانا آزاد سے زیادہ طلبا اس لیے منسلک رہے ہیں کہ مولانا آزاد کے اسٹڈی سنٹر راجوری اور پونچھ میں ضلعی سطح پر موجود ہیں۔لیکن اب جب کہ مغل شاہ راہ کے راستے سے سری نگر کی آمدورفت جموں شاہراہ سے زیادہ آسان ہوگئی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خطۂ پیر پنچال کے طلبا اور طالبات کا رجحان کشمیر یونی ورسٹی کی طرف بڑھ رہا ہے،اب کشمیر یونی ورسٹی فاصلاتی ذریعۂ تعلیم سے امیدیں اور توقعات اور بڑھ رہی ہیں،جس معاشرے ،سماج کے طلبا، مسائل اور مصائب کے سبب ناخواندہ رہ جاتے تھے ان کی خواندگی کی رفتار میں تیزی آرہی ہے۔ذریعۂ تعلیم اُردو کے سبب ایک یہ مفید پہلو نکلتا ہے کہ طلبا کسی بھی مضمون کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں خطہ پیر پنچال اُردو زبان وادب کے حوالے سے اور بھی امید افزا ہے جموں کے بعض علاقوں خصوصی طور پر ضلع جموں،کھٹوعہ،ادھمپور، سانبہ وغیرہ میں جہاں اُردو کا دامن سمٹ رہا ہے وہیں خطۂ پیر پنچال میں ریگولر تعلیم کے علاوہ فاصلاتی ذریعۂ تعلیم کے سبب اُردو کے دامن میں روز بروز وسعت پیدا ہورہی ہے۔لیکن بعض علاقہ جات میں فاصلاتی تعلیم کے سبب خدشات بھی بڑھ رہے ہیں۔کیوں کہ بعض جامعات کے فاصلاتی تعلیم کے مراکز ایسے علاقوں میں واقع ہیں جہاں پر طلبا کتب کا مطالعہ تو کم کرتے ہیں لیکن کاپی،نقل پر یقین زیادہ رکھتے ہیں۔جس کی وجہ سے انہیں سند تو حاصل ہوجاتی ہے لیکن علمی صلاحیت صفر ہی رہتی ہے۔دوم اس کی خامی یہ ہے کہ زیادہ تر طلبا صرف انہیں کتب (جو نظامتِ فاصلاتی عملہ تیار کرتا ہے) تک محدود رہ جاتے ہیں یہاں

تک ان کتابوں کے درس کے آخر میں موضوع سے متعلق جن تفصیلی کتب کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ان کی طرف بھی رجوع نہیں کرتے بلکہ جتنا فاصلاتی کتب میں موضوع کے حوالے سے درج کیا جاچکا ہے اسی پر ایمان لے آتے ہیں جس کے سبب ان کی معلومات ناقص رہ جاتی ہے،طلبا کے ذوق کو مزید مہمیز کرنے کے لیے فاصلاتی تعلیم کے ذمہ داران کو کچھ اہم قدم اٹھانے ہوں گے،اس حوالے سے ہم نظامت فاصلاتی کشمیر یونی ورسٹی حضرت بل سری نگر سے مطمئن ہیں۔اس شعبے نے بعض ایسے قابل تقلید اقدام اٹھائے ہیں جن سے طلبا کے مطالعاتی ذوق وشوق میں اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

نظامت فاصلاتی تعلیم کشمیر یونی ورسٹی نے جو طلبا کے لیے جزوی کلاس بندی اور ماہر اساتذہ کے لکچر کے انتظام کے علاوہ ایک اضافی کام کیا ہے کہ اپنے شعبے میں معلوماتی ،اُردو کے بدلتے ہوئے منظرنامے اور جدید نظریات پر وقتاً فوقتاً سیمینار کا جو انعقاد کیا ہے یا کراتا ہے وہ فاصلاتی طلبا کے ذوق کو مہمیز بھی کرتا ہے،جدید نظریات سے طلبا کو متعارف کرتا ہے اور طلبا میں تلاش وجستجو کا مادہ بھی تیار کرتا ہے۔ڈاکٹر الطاف انجم نے بعض اہم سیمیناروں کا ذکر اپنے ایک مضمون ’’نظامت فاصلاتی تعلیم ،کشمیر یونی ورسٹی کی اُردو خدمات :ایک تفصیلی جائزہ‘‘ میں کیا ہے۔ان سیمیناروں کے اہم مضامین میں یہاں ذکر کرتا ہوں،جن کے موضوعات سے ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

’’۲۷ تا ۲۹ نومبر ۲۰۰۹ء کو تین روزہ قومی ورکشاپ بعنوان ’’جدید تکنیکی وسائل اور اُردو زبان‘‘۔

۱۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء کو ’’میں اور میرا فن‘‘۔ ۷ تا ۱۴ جولائی ۲۰۱۲ء کو سات روزہ ورکشاپ بعنوان ’’اُردو صحافیوں کی پیشہ ورانہ مہارات میں فروغ‘‘۔ ۲۷ اور ۲۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو ’معاصر ادبی رویے‘ عنوان کے تحت ذیلی عنوانات تھے(۱) معاصر تخلیقی رویے(۲) معاصر تنقیدی رویے(۳) معاصر تحقیقی رویے‘۔ان موضوعات پر سیمینار کا انعقاد طلبا کے لیے نہایت ہی اہم ہے۔علاوہ اس کے ڈاکٹر الطاف انجم نے ایک اور سرگرمی کا ذکر کیا ہے ’’تخلیق کار سے ملاقات‘‘ یہ عمل اس قدر مستحسن ہے کہ اس کو ادیب ناقد یا محقق کا ذہن زیادہ سمجھ سکتا ہے۔جس تخلیق کار کے فن پارے کا ہم مطالعہ کررہے ہیں اگر اس کا کوئی پہلو افہام وتفہیم کی دسترس سے باہر ہے تو تخلیق کار کی بہ نفسِ نفیس ملاقات سے اس کی تفہیم میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

آخر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میں ذاتی طور پر اس شعبے کو جانتا ہوں ،گذشتہ برس ۲۰۱۶ء کو ۲۰ دن ’’ادبی تنقید‘‘ کے موضوع پر فاصلاتی تعلیم کے طلبا کو میں نے لکچر دیے تھے،طلبا کے تعلیمی نظم ونسق ،علمی لیاقت اور ادبی ماحول کے مشاہدے کے بعد مجھے یہ محسوس نہیں ہوا کہ یہ فاصلاتی تعلیم کے طلبا ہیں بلکہ ان طلبا نے درس وتدریس کے دوران بڑے اہم ،علمی اور تلاش وجستجو پر مبنی سوالات اٹھائے۔ان طلبا کو لکچر دینے سے قبل راقم التحریر دیگر یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کے ریگولر طلبا سے بھی متعارف ہو چکا تھا،لیکن حیرانگی مجھے اس بات پر ہوئی کہ دیگر یونی ورسٹی کے اسکالروں میں ،نہ میں نے

ایسی جستجو دیکھی اور نہ ہی وہ ان کے معیار کے سوالات اٹھا پاتے ہیں جو نظامتِ فاصلاتی تعلیم کشمیر یونی ورسٹی کے طلبا نے پیدا کیے۔طلبا کی بیدار مغزی اس بات پر دلیل ہے کہ اس شعبہ کے اساتذہ کی محنت ،لگن ،معیار اور ادبی و علمی محفلوں کے فعّالی اقدامات کے اثرات کارگر ہیں، بلا مبالغہ اس شعبے کی تقلید دیگر فاصلاتی اداروں کے لیے کامیابی کی ضمانت ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر محمد آصف ملک علیمی

9906947789

asaf.alimi@gmail.com